اقبال اور عالم عرب

Dr Ali Ahmad Idrisi

Dept of Urdu, University of Delhi-7

Abstract: Muhammad Iqbal, often refe"red to as "Allama Iqbal" is considered a prominent scholar within the Arab world due to his influential philosophical poetry that bolstered Islamic ideals, particularly focusing on the concept of a strong Muslim identity and the need for a spiritual revival in the face of Western colonialism; his work is widely studied and appreciated across the Islamic world, including the Arab nations. Iqbal's poetry delves into deep philosophical themes, drawing heavily from Islamic mysticism and exploring concepts like the "Self" (Khudi) as a key element for Individual and collective Muslim empowerment. His writings are seen as a significant contribution to modern Islamic thought, inspiring many Muslim Intellectuals and activists to re-evaluate their identity and role in the world. Iqbal advocated for unity among all Muslims, transcending ethnic and regional boundaries, which resonated deeply with the Arab world. While writing prim'rily in Persian, his poetry is widely translated and appreciated for its lyrical beauty and powerful messages, influencing Arabic literature as well his works, often written in Persian, are widely studied and revered across the Arab world due to their profound philosophical depth" and poetic beauty.Iqbal was critical of the perceived materialistic and individualistic aspects of Western culture, urging Muslims to reclaim their rich intellectual heritage and spiritual values while adapting to modern advancements. Through his poetry and lectures, Iqbal encouraged Muslims to actively participate in the revival of Islamic society by promoting education, social reform, and political engagement. Having studied in Europe, Iqbal incorporated ideas from Western philosophy into his work, attempting to bridge the gap 'etween Eastern and Western

thought. His works are widely studied and revered across the Islamic world, making him asignificant intellectual figure in the Arab world.

کلیدی الفاظ: اقبال، عالم، جرمن، فرانس، عرب،

اقبال کو جو عالمی شہرت دوام اور قبول عام کی سند حاصل ہوئی ہے وہ بہت کم شعرا و ادبا کے حصے میں آئی ہے۔ عالمی زبانوں میں بشمول اطالوی، جرمن، فرانسیسی، چیک، ہسپانوی وغیرہ میں اقبال کے فکر و فن پر جس قدر خامہ فرسائی کی گئی اس کی نظیر اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ دنیا کی دیگر بڑی زبانوں کی طرح عربی میں بھی اقبال پر سیر حاصل بحث ہوئی ہے، اس طرح عالم عرب میں بھی ان کا شمار بیسویں صدی کے عظیم اسلامی مفکرین میں ہوتا ہے، اور ان کی شخصیت، فلسفے افکار اور اشعار سنجیدہ مباحث کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔ کلام اقبال کو عربوں تک پہنچانے میں عظیم مصری شاعر و مفکر و ماہر لسانیات "عبد الوہاب عزام" کا نام سر فہرست ہے جن کا مزید تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

حالانکہ ان کے بعد بر عظیم کے ممتاز عالم دین و مفکر اسلام ابو الحسن علی ندوی نے "روائع اقبال" یا نقوش اقبال" کے نام سے کتاب تھی اور اقبال کو میں اقبال کے افکار پر قاہرہ یونیورسٹی 1951 عربوں سے متعارف کروایا، یہ کتاب دمشق لکھی سے پہلی بار شائع ہوئی تھی۔ مزید علی میاں ندوی نے میں "الانسان الکامل فی نظر اقبال" (کامل انسان اقبال کی نظر میں) کے عنوان سے ایک لیکچر دے کر اقبال کی فکر کو عربی دنیا میں روشناس کروایا۔ اس کے علاوہ انہوں نے متعدد جرائد میں اقبال کے بارے میں مضامین بھی تحریر کیے۔ بھر حال اس ضمن میں عبد الوہاب عزام کی خدمات قابل توجہ ہیں، فرماتے ہیں کہ "ہم پیام مشرق پڑھتے اور اس کے اشعار اور سوچ ہمیں متاثر کرتے ہم اس دیوان کو پڑھتے ہوئے گویا ایک باغ میں سیر کرتے جس کی رنگینیاں اور رونقیں آنکھوں اور دل کی ٹھنڈک کا موجب تھی"

بعد ازاں کلام اقبال سے ان کی رغبت اور وابستگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ اولین زمانے میں یہ کلام اقبال کا عربی ترجمہ رسائل و جرائد میں شائع کراتے رہے میں اقبال نے فلسطین میں ہونے والی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے 1931 اس طرح سے عرب دنیا اقبال سے متعارف ہو گئی۔ مصر میں قیام کیا تو وہاں ان کے اعزاز میں ہونے والی تقریب میں عبد الوہاب عزام نے ہی اقبال کو حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ تقریب کے بعد عزام کو اقبال سے مختصر ملاقات کا موقع بھی ملا جس میں اقبال نے ان کے کہے ہوئے اپنے اشعار کے عربی تراجم کو سند بخشی۔ عزام نے بطور سفیر اپنے مشاغل سے وقت نکال کر باقاعدگی سے اقبال کے اشعار کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور پیام مشرق، اسرار خودی، ضرب کلیم اور دیگر مجموعات کا عربی ترجمہ شائع کروایا۔ اقبال کے تیئں ان کے عشق کا یہ عالم تھا کہ ہفتہ میں ایک یا دو بار "اقبال کے درویش" کے نام سے ایک مجلس منعقد کرتے تھے جس میں اقبال

کے فکر وفن سے تعلق رکھنے والے لوگ جمع ہوتے اور ان کے اشعار پڑھے جاتے اور ان پر گفتگو کی جاتی۔ مزار اقبال پر حاضری کے دوران انھوں نے چند اشعار بطور خراج عقیدت پیش کئے۔

اقبال کی مشہور نظم "شکوہ" اور "جواب شکوہ" کا مصر کے ایک اور ادیب اور شاعر "صاوی الشعلان" حديث الروح کے نام سے عربی میں ترجمہ کیا اور اس عمدگی سے کیا کہ عرب اہل نظر آج بھی اقبال کے مترجم مصروں کو پڑھ کر محظوظ ہوتے ہیں، اس ترجمے کی عرب دنیا میں مقبولیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ مشہور ترین مصری گلوکارہ ام کلثوم نے بھی یہ نظم اپنی دلنشین آواز میں گائی جس پر حکومت پاکستان نے انھیں 1967 میں ستارہ امتیاز سے نوازا۔ اقبال کو عربوں سے بے انتہا عقیدت وہ محبت اور انسیت تھی اسی لیے ان کی شاعری میں عربوں کے مسائل و موضوعات کی گھن گرج سنائی دیتی ہے۔ عربوں سے شدید عقیدت و محبت اور لگاؤ کے باوجود انہوں نے مصر اور فلسطین کے سوا کسی دوسرے عرب ممالک کا سفر نہیں کیا۔ حجاز کی محبت میں وہ سرشار تھے بے شمار اشعار بھی انہوں نے حجاز کے حوالے سے کہیں ہیں۔ ضرب کلیم میں ایک نظم "امرائے عرب" سے کے عنوان سے لکھی اور عربوں کو تنبیہ کی ہے فرماتے ہیں

کرے یہ کافر ہندی بھی جرات گفتار
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی!
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو؟
وصال مصطفوي، افتراق بولهي!
نہیں وجود حدود وثغور سے اس کا
محمد عربی سے ہے عالم عربی

اقبال کی مشہور نظم "ذوق وشوق" فلسطین کے سفر کی روداد ہے، ارمغان حجاز ان کے ایک شعری مجموعہ کا نام بھی ہے۔ حجاز کا سفر انہیں جسمانی طور پر حاصل نہ ہو سکا، قیام مصر کے دوران وہاں کے حاکم شاہ فاروق کو ایک خط بھی لکھا جو ایک سطر پر مشتمل تھا اس خط میں اقبال نے شاہ فاروق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشابہت کی تلقین کی۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا اقبال کے حوالے سے عبد الوہاب عزام کی خدمات قابل رشک ہے ہیں۔ مزید انہوں نے الرسالہ میں اقبال کے حوالے سے متعدد مضامین لکھے، کلام اقبال کا ترجمہ شائع کرایا اور انہیں عالم عرب سے روشناس کرانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ 1936 میں انہوں نے اللمعات کے عنوان سے ایک نظم لکھنی شروع کی جسے انہوں نے اقبال کے نام سے منسوب کیا۔ جاوید نامہ جو علامہ کی شاہکار ہے اور معراج نبوی سے متاثر ہو کر لکھی گئی جس کا مقابلہ تیرہوی صدی میں اطالوی زبان میں لکھی گئی دانتے کی مشہور زمانہ

تسنیف ڈیوائن کو میڈی" یا طربیہ خداوندی یا چودھویں صدی میں مایاناز صوفی و دانا ابن العربی کی "الفتوحات المکیہ " سے کیا جاتا ہے۔ اس کے چند نظموں کا ترجمہ عربی زبان میں پیش کیا۔ "محمد اقبال سیرت وفلسفہ وشعر") اقبال حیات فلسفہ وشاعری) کے عنوان سے ایک کتاب بھی انہوں نے عربی میں تحریر کی، انہوں نے اقبال کے فکر وفن پر سعودی مجلہ المنہل کا خصوصی شمارہ بھی شائع کرایا۔ شام میں اقبال کے فکر وفن کا اہتمام اس وقت شروع ہوا جب مولانا علی میاں ندوی نے مجلہ "حضارۃ الاسلام" میں اقبال فی مدینۃ الرسول (اقبال شہر رسول میں) کے عنوان سے ایک مضمون شائع کرایا، اس کے بعد اس رسالے میں اقبال کے حوالے سے متعدد مضامین شائعہوئے اور اس طرح شام میں اقبالیات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو اج تک قائم ہے۔ 1985 میں حکومت کی زیر نگرانی ندا اقبال کے عنوان سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا اس میں بھی پیش کیے گئے مضامین و مقالات کو دارالفکر دمشق نے کتابی شکل میں شائع کیا۔ ملک شام میں اقبالیات کا اہتمام کرنے والوں میں عمر بہاؤالدین امیری، عبدالمعین ملوحی، زہیر ظاظا، سمر روحی فیصل کا نام شامل ہے۔ زہیر ظاظا نے اقبال کے متعلق حال ہی میں شائع ہونے والے ایک بلاگ میں ان کا ذکر والہانہ طریقے سے کیا۔

اقبال کو عالم عرب سے متعارف کرانے کا سہرا صرف عبد الوہاب عزام اور علی میاں ندوی کی سر نہیں ہے بلکہ اور بھی کئی علماء وادبا نے اقبال کے فکر و فن پر خامہ فرسائی کی ہے۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ مولانا علی میاں ندوی اور عزام اقبال کے عرب دنیا میں اولین شارح ہیں۔ نیز علامہ کو عربوں سے متعارف کرانے میں سب سے زیادہ کلیدی کردار ادا کیا۔ قبل ازیں علامہ کو اردو اور فارسی سے آشنا چند مخصوص علماء شعرا و ادبا واقف تھے لیکن عزام اور مولانا ندوی کی علمی مساعی کے بعد پورے عرب میں اقبال کے فکر وفن کا اہتمام شروع ہو گیا بہت سارے مضامین اور مقالہ لکھے گئے بلکہ سچ یہ ہے کہ اقبال اور ان کے فکر و فن کو خواص کی محفلوں سے نکال کر عام لوگوں کی عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ چند مثالیں بطور حوالے پیش کرتا ہوں علی شعلان صاوی اور محمد حسین اعظمی کی کتاب "فلسفتہ اقبال الثقافۃ الاسلام فی الھند والباکستان" (ہندو پاک میں اسلامی تہذیب اور فلسفہ اقبال 1950) میں دار احیا الکتب العربیہ مصر سے منظر عام پر آئی۔ 1959 میں نجیب کیلانی کی کتاب اقبال الشاعر الثائر اقبال شاعر انقلاب) الشرکۃ العربیۃ للطباعۃ والنشر سے شائع ہوئی، اس کتاب کو قبول عام کی سند حاصل ہوئی اس کے متعدد ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں اور اس کتاب نے عالم عرب میں اقبال شناسی میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ حمید مجید بدو کی کتاب "اقبال الشاعر والفیلسوف والانسان" (اقبال بحیثیت شاعر فلسفی اور انسان) 1963، دینا عبد الحمید کی "اقبال الشاعر الفیلسوف " (اقبال بحیثیت فلسفی شاعر) ۱۹۵۹ء حسین مجیب مصری کی "اقبال بین المصلحین الاسلامیین" (اقبال اسلامی مصلحین کے درمیان ۱۹۸۰ء (محدی حمود فلوجی کی "اقبال شاعرا و مفکرا" (علامہ اقبال بحیثیت شاعر و مفکر) ۱۹۷۷ء، وغیرہ جیسی کتابیں منظر عام پر آئی۔ سعودی عرب کے مجلے المنہل کے علاوہ قطر کے مجلہ الامت اور کویت کے مجلہ العربی نے بھی اقبال کے فکر وفن پر خصوصی شمارے شائع کیے۔ اقبال کے تفکیری نظام کا یہ اثر ہوا کہ مصر کے عظیم دانشور سید قطب شہید نے اپنی قرانی تفسیر فی ظلال القرآن میں اقبال کو بطور حوالے کے پیش کیا یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو نوادرات میں شامل ہے۔ اقبال کی شاعری اور فلسفے پر بہت سارے ریسرچ اسکالر نے تحقیقی مقالے لکھ کر

اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی جن کی تفصیل انشاء اللہ کبھی آئندہ پیش کی جائے گی۔ ان تمام حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقبال کی فکر کی پاکیزگی ان کے فن کی عظمت ان کے شعری و ادبی مقام و مرتبہ عربوں کے لیے اظہر من الشمس ہو چکا ہے، انہوں نے علامہ کی عبقریت کا اعتراف کیا اور ان کے فکر کی بلندی اور تخیل کی بو قلمونی کو سند اعتبار و وقار عطا کیا۔ عالم عرب میں اقبال شناسی کا جو دور عبد الوہاب عزام سے شروع ہوا تھا ہنوز وہ سلسلہ قائم و دائم ہے اور علامہ کے فکر و فن پر اتنا کچھ لکھا پڑھا اور کہا جا چکا ہے جس کا شمار ناممکن نہیں تو اسان بھی نہیں ہے۔

☆☆☆